بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

شعبان سنہ ۶۱ھ کے پرچہ میں اعلان کیا تھا کہ تین مہینوں (جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ اور رجب) کی اشاعتیں منسوخ کر کے آئندہ سے یہ رسالہ بروقت شائع ہوتا رہے گا لیکن افسوس ہے کہ اس کے بعد کاغذ کا قحط اس حد تک پہنچ گیا کہ رمضان اور شوال کے پرچے تیار ہو کر پریس میں پڑے رہے، اور بازار میں ایک رِیم کاغذ بھی دستیاب نہ ہو سکا۔ کاغذ کا جو ذخیرہ پہلے فراہم کیا گیا تھا اس کا بیشتر حصہ جماعت کے لٹریچر کی طباعت میں صرف ہو چکا تھا۔ شعبان کے اختتام پر میرے اندازے کے مطابق رسالہ کی اشاعت کے لیے دو مہینہ سے زیادہ کا ذخیرہ موجود تھا، مگر عین وقت پر معلوم ہوا کہ ایک رفیقِ کار کی غداری و خیانت سے وہ ذخیرہ خُرد بُرد ہو گیا۔ اس کے بعد مسلسل چار مہینے مجھے اور میرے بعض رفقاء کو کاغذ کی فراہمی کے لیے سخت جدوجہد کرنی پڑی۔ آخرکار محرم کے اواخر میں بمشکل اتنا کاغذ فراہم ہو سکا کہ دو پرچے طبع کرائے جا سکتے تھے، اور وہ بھی اس قدر گراں قیمت پر کہ چار پرچوں پر جو لاگت آ سکتی تھی اس سے زیادہ دو پرچوں پر صرف ہو گئی۔ مجبوراً انہی دو پرچوں کو چار پرچوں کا قائم مقام کرنا پڑا۔ اس پر مزید افسوس یہ ہے کہ کاغذ ملا بھی تو وہ گلابی رنگ کا تھا جس کو استعمال کرنے سے طبیعت سخت اِبا کرتی تھی، لیکن ناچار اس خیال سے اُسی کو استعمال کرنا پڑا کہ اشاعت بند ہو جانے سے کسی نہ کسی طرح اس کا جاری رہنا بہرحال بہتر ہے۔ یہ وہ مصائب ہیں جو شیاطین جن و انس کے برپا کردہ فساد کی بدولت ہم پر نازل ہوئے ہیں۔ دُنیا میں جھوٹ پھیلانے کے لیے اور بندگانِ خدا کو فریب دینے کے لیے کاغذ موجود ہے اور اتنا موجود ہے کہ ہوائی جہازوں سے ریم کے ریم پھینکے جا سکتے ہیں، مگر خدا کا کلمہ بلند کرنے کے لیے ایک ایک شیٹ کاغذ فراہم ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس کا نام لینے والوں پر یہ بلا کب تک مسلط رہے گی۔

بظاہر مجھے امید نہ تھی کہ اب اس رسالہ کو زندہ رکھا جا سکے گا، بلکہ مجھے یہ بھی اندیشہ تھا کہ جماعت کے بک ڈپو

میں کتابوں کا جو ذخیرہ موجود ہے اُس کے ختم ہو جانے کے بعد لٹریچر کی اشاعت کا سلسلہ بھی بند ہو جائے گا، لیکن الحمد للہ کہ وسط ماہ صفر میں کاغذ کی فراہمی کا اس حد تک انتظام ہو گیا کہ سال ڈیڑھ سال تک رسالہ اور کتابوں کی اشاعت کا کام مسلسل جاری رہ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ کاغذ جو ہمیں ملا ہے، قبل جنگ کی قیمت کے مقابلہ میں چھ گنا زیادہ گراں ہے، تاہم خدا کی مدد کے بھروسہ پر ہم اس کام کو آخر وقت تک جاری رکھنے کی کوشش کریں گے۔

جماعت کے لیے جو پریس خریدا گیا ہے وہ اس حالت میں تیار رکھا ہے کہ بجلی ملتے ہی کام شروع کیا جا سکتا ہے لیکن جنگ کی وجہ سے بجلی کی طاقت حاصل کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے، لہٰذا پریس اس کے انتظار میں ابھی غیر معلوم مدت تک کھڑا ہی رہے گا۔ تعلیمی اسکیم اور کارکنوں کی تربیت کے لیے جو ادارہ میں قائم کرنا چاہتا تھا اسے بھی سردست اس وجہ سے معرضِ التوا میں رکھنا پڑا ہے کہ ایک طرف غلہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا بہم پہنچنا سخت دشوار ہو رہا ہے اور دوسری طرف طلبہ اور کارکنوں کے قیام کے لیے عمارات میں جو اضافہ ناگزیر ہے اس کے لیے سامان فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جو کچھ سرمایہ اس وقت جماعت کے خزانہ میں ہے اس کو بھی کسی دوسری اسکیم میں استعمال کرنے کے بجائے میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تحریک جماعت کے کام کو زندہ رکھنے کے لیے استعمال کروں۔ خدا کا شکر ہے کہ جماعت کا بکڈپو اس وقت اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ اس سے تقریباً ۳۰۰ روپے ماہوار منافع حاصل ہو سکتا ہے، اور اس کے علاوہ ہمیں اپنے ہمدردوں سے قریب قریب ڈھائی سو روپیہ ماہانہ بطور اعانت حاصل ہو رہا ہے۔ اگر بکڈپو کو ہم اس خطرے سے بچانے میں کامیاب ہو جائیں جو جنگی حالات کی وجہ سے اس وقت درپیش ہے تو انشاء اللہ آگے چل کر یہ ہماری تحریک کے لیے ایک مستقل ذریعۂ قوت ثابت ہو گا اور اہل خیر کی اعانت کے ساتھ اس کی اور پریس کی آمدنی سے ہم اپنی تحریک کے تعمیری اور انقلابی کام اچھے پیمانے پر شروع کر سکیں گے۔

اس دوران میں کہ رسالہ کی اشاعت بند رہی اور میں اس اشاعت کے کام کو تباہی سے بچانے میں منہمک رہا، شیطان اپنی پوری قوت کے ساتھ فتنہ پھیلانے میں مشغول رہا۔ ہندوستان کے مختلف گوشوں سے مجھے پیہم اطلاعات ملتی رہیں کہ جو لوگ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جماعت کے نظام میں شریک ہوئے تھے اور جو بڑی امیدوں کے ساتھ جماعت کے قریب

آرہے تھے، ان میں سخت بددلی پھیلائی جارہی ہے اور ان کو بدگمان کیا جارہا ہے تاکہ مایوس ہو کر اُلٹے پاؤں پھر جائیں۔ رسالہ کی اشاعت بند ہو جانے کی وجہ سے میرے پاس کوئی ذریعہ اس خرابی کی اصلاح کا نہ تھا، اور فرداً فرداً خطوط لکھ کر تمام مستفسرین کو مطمئن کرنا میرے بس سے محال تھا، اس لیے خرابی جس حد تک پھیل سکتی تھی خوب پھیلی۔ اب یہ اللہ ہی کا کام ہے کہ جو کچھ بگاڑ پیدا ہوا ہے اس کو وہ درست فرما دے۔ شیطان جیسے آزمودہ کار فتنہ پرداز کے مقابلہ میں ہم ضعیف انسان کہاں کامیاب ہو سکتے ہیں اگر اللہ ہماری مدد نہ کرے۔ شیطان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اس کام کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ تو اس کے مشن پر براہِ راست ضرب ہے۔ وہ جس طرح بھی ممکن ہوگا اس کو برباد کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے گا اور حزب اللہ کے بندے کو جس راہ سے بھی بہکایا جا سکتا ہے بہکانے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر یہ کام ہمارا نہیں بلکہ اللہ کا ہے، جیسا کہ ہمیں یقین ہے، تو آخر اللہ کی مدد ضرور آکر رہے گی اور شیطان کی تدبیروں کے باوجود یہ فروغ پا کر رہے گا۔

میں اس فتنہ کو کچھ اس وجہ سے شیطانی فتنہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس میں مجھے ہدف بنایا گیا ہے۔ خدا کی پناہ اس سے کہ میں کبھی اپنے آپ کو حق و باطل کا معیار بناؤں۔ دراصل جس بنا پر میں اس کو شیطان کی فساد انگیزی کا نتیجہ سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اول تو اس میں وہ طریقے استعمال کیے گئے ہیں جو اہلِ حق کی سی صفائی و راستی سے دُور اور شیطانی تدابیرِ فتنہ انگیزی سے قریب تر ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس پوری حرکت کا میلان بناؤ کے بجائے بگاڑ کی طرف ہے۔ اگر معاملہ یہ ہوتا کہ اس کام کو مجھ سے بہتر طریقہ پر چلانے کے لیے مجھ سے زیادہ اصلح اور اتقیٰ لوگ آگے بڑھتے اور مجھے ہٹا کر میری جگہ لیتے تو یہ ہرگز فتنہ نہ ہوتا بلکہ اس صورت میں اگر مجھے ہلاک بھی کر دیا جاتا تب بھی یہ فتنہ نہیں فضلِ الٰہی ہوتا، مگر یہاں تو صورتِ حال کچھ اور ہی ہے۔ بڑی اونچی اونچی دیندارانہ باتیں کی جاتی ہیں اور نہایت خدا ترسانہ انداز میں کی جاتی ہیں، اس لیے نہیں کہ زیادہ بہتر طریقہ پر اقامتِ دین کی سعی کرنے کے لیے ہم آگے آتے ہیں، اور اس لیے بھی نہیں کہ کچھ دوسرے اصلح حضرات آگے آنے کے لیے تیار ہیں، بلکہ صرف اس لیے کہ جو حقیر سی ابتدا اس کام کی ہوئی ہے اُسے بھی یہیں ختم کر دیا جائے۔ پہلے

ایک گروہ نے یہ کوشش باہر سے کی تھی، اب یہی کوشش ایک دوسرے گروہ نے نظامِ جماعت کے اندر آکر کی ہے۔ میں کسی کی نیت کے متعلق فیصلہ کرنے کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتا۔ ممکن ہے کہ یہ سب حضرات خالص دینی جذبہ ہی سے یہ سب کچھ کر رہے ہوں، لیکن شیطان کے پھندے میں پھنسنے والے تمام لوگ بدنیت ہی نہیں ہوتے، بہت سے نیک نیت بھی ہوتے ہیں اور بسا اوقات نادان متقی، ہوشیار مفسد سے بڑھ کر شیطان کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

جو لوگ دین کی اُن جزوی اور ضمنی خدمات سے مطمئن ہیں جو ہمارے مدارسِ دینیہ میں، یا تبلیغی اداروں اور جماعتوں میں، یا خانقاہوں اور مسجدوں میں ہو رہی ہیں وہ تو بڑی حد تک معذور ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی کسی حد تک معذور ہیں جو انفرادی طور پر حق کا اظہار و اعلان کر دینے اور بندگانِ خدا کو خیر و صلاح کی تلقین کرنے اور بے راہ رویوں پر ٹوک دینے کو کافی سمجھتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو علیٰ وجہ البصیرت یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصل مطلوب دینِ حق کو ایک مکمل نظام کی حیثیت سے بالفعل قائم کرنا ہے اور اس کے لیے منظم اجتماعی کوشش کی ضرورت ہے، اور اس چیز کو واحد نصب العین بنا کر جدوجہد کرنے والا گروہ آج روئے زمین پر کہیں موجود نہیں ہے انہیں کبھی اپنی خلوتوں میں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ ایسے ایک گروہ کو تیار کرنے میں اگر وہ تعمیری عنصر بننے کے بجائے تخریبی عنصر بنیں تو دنیا کو نہیں، خدا کو جواب دینے کیلئے اُن کے پاس کیا عذر ہوگا۔ خصوصاً اس صورت میں وہ کیا جواب دہی کریں گے جبکہ انہیں معلوم ہے کہ اس کام کی بنا ڈالنا کس قدر مشکل ہے اور اسے ایک دفعہ درہم برہم کر کے دوبارہ اس کی صورت بندی کرنا کس قدر مشکل تر ہے۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے قصوروں اور گناہوں اور میری خامیوں اور برائیوں کو وہ اپنی صفائی کے لیے حجت نہ بنا سکیں گے۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں اس کام کی قیادت کا پیدائشی حق رکھتا ہوں اور یہ منصب مجھی کو حاصل ہونا چاہیے۔ میں نے کبھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کی نہ اسے رکھنے پر اصرار کیا۔ بارہا کہہ چکا ہوں اور خدا کا واسطہ دے کر کہہ چکا ہوں کہ کوئی مردِ صالح اُٹھے اور اس کام کو سنبھالے۔ یہاں تک کہہ چکا ہوں کہ مجھے صرف اقامتِ دین کی سعی کرنے والی ایک منظم جماعت درکار ہے اور اس میں چپراسی کی حیثیت سے بھی اگر مجھے کام کرنے کا موقع ملے تو میں اس پر راضی ہوں۔ پھر کس بنا پر میرے کسی قصور کو اس کام کی تخریب کے لیے حجت بنایا جا سکتا ہے؟ اگر کوئی تخریب نہیں، تعمیر چاہتا ہو تو اسے انفرادی سرگوشیاں کرتے پھرنے، بددلی اور بدگمانی پھیلانے اور ریشہ دوانیاں کرنے کی کیا حاجت ہے، کیوں نہ وہ راستباز انسانوں کی طرح وہ سیدھا اور صاف طریقہ

اختیار کرے جو کسی کام کو بنانے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے؟ مفضول کے ہٹائے جانے اور کسی افضل شخص کے رہنما و سربراہ کار بننے میں آخر یہاں کون مانع ہے؟

لیکن پچھلے چند مہینوں میں جس قسم کی ذہنیتوں سے مجھے سابقہ پیش آیا ہے ان کو دیکھتے ہوئے میں توثق کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایک میں ہی نہیں، شاید کوئی شخص بھی ایسے لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتا جو عدم اطمینان کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ ان کو مطمئن وہ کر سکتا ہے جو ہر پہلو سے کامل ہو، جو ان میں سے ایک ایک کے خردبینی امتحان میں پورا اترے، جس کی ذات میں کسی پہلو سے کوئی خامی نہ ہو جس پر کسی جہت سے حرف رکھا ہی نہ جا سکے، جس کی کسی بات کو بُرے معنی پہنانے اور جس کی کسی حرکت سے بدگمانی کی گنجائش نکالنے کا یہ موقع نہ پائیں، جس کے عیب ڈھونڈنے کے لیے بہت سے لوگ پیچھے پڑے رہیں اور کامیاب نہ ہوں، ایسا کوئی اللہ کا بندہ مل جائے گا تو یہ اس کے ساتھ چلیں گے ورنہ اس کے سوا جو بھی اس کام کے لیے اٹھے گا یہ چند روز کے بعد کسی نہ کسی پہلو سے اس میں کوئی خامی دیکھ کر غیر مطمئن ہو جائیں گے، پھر سرگوشیاں کریں گے، خفیہ پرچے دوڑائیں گے، غیبت اور نکتہ چینی کریں گے اور اپنی بے اطمینانی کی چھوت دوسروں کو لگا کر سارے کام کو درہم برہم کر دیں گے۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس ذہنیت کے لوگ جمع ہو کر دنیا میں کبھی کوئی تعمیر کر سکتے ہیں۔ گوشت پوست کے انسانوں میں جامع کمالات ہستی کی تلاش محض ایک حماقت ہے۔ جو انسان بھی ہوگا اس کے بعض پہلو قوی اور بعض پہلو کمزور ہوں گے، اس میں بعض صفات ہوں گی مگر نشو و نما کی محتاج ہوں گی اور بعض صفات سرے سے ہوں گی ہی نہیں، اس کی بہرحال ایک افتادِ مزاج ہوگی جو لازم نہیں کہ سب کو موافق آ جائے اور اس میں لامحالہ کچھ خصوصیات ہوں گی جو ضروری نہیں کہ سب کے لیے خوشگوار ہوں۔ اب اگر کسی گروہ کو واقعی کام کرنا ہو تو اس کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ رہنمائی و قیادت کے لیے ایسا شخص ڈھونڈتا پھرے جس کی واحد ذات میں تمام خوبیاں جمع ہوں اور جب وہ نہ ملے تو سرے سے کام ہی نہ کرے، بلکہ اسے اپنے ذہن میں یہ طے کرنا پڑے گا کہ جو کام ہم کرنا چاہتے ہیں اس کے لحاظ سے قیادت کے لیے کن پہلوؤں کا قوی ہونا اور کن صفات و خصوصیات کا موجود ہونا ناگزیر ہے اور کن پہلوؤں کی خامی اور کن صفات و خصوصیات کی کمی یا غیر موجودگی برداشت کی جا سکتی ہے۔ اس طرح تو یہ ضرور ممکن ہے کہ ایک نہیں تو دوسرے پر لوگ مطمئن ہو جائیں اور کام کیا جا سکے، ورنہ جامع الصفات کی جستجو محض کچھ نہ کرنے کا حیلہ ہے اور کچھ نہیں۔

پھر معاملہ صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ بعض لوگ مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں اور وہ نہیں ملتا۔ بلکہ بے اطمینانی کی اس فضا کے دوران میں مجھے

عجیب قسم کے مریضوں کی تشخیص کا موقع ملا ہے۔ ان میں کچھ تو ایسے صاحب ہیں جو چاہتے ہیں کہ امامت کی ذمہ داری تو کوئی دوسرا سنبھالے مگر پیچھے کی صفوں سے اللہ اکبر اور سمع اللہ لمن حمدہ کی جو صدائیں وہ بلند کریں انہی کے مطابق وہ رکوع و سجود کرتا رہے۔ کوئی دوسرے صاحب ہیں جو چاہتے ہیں کہ ڈرائیور گاڑی کے اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہی اس کو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چھوڑ دے ورنہ جو حادثہ پیش آئے تو اس کی ذمہ داری خدا اور خلق دونوں کے سامنے اپنے سر لے۔ کچھ اور لوگ ہیں جن کے ذہن میں ابھی تک پہلے کی تحریکوں اور جماعتوں کے طریقے اور رنگ ڈھنگ بسے ہوئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ وہی اس کام میں بھی اختیار کیے جائیں۔ ایک اور قسم کے مریض ہیں جو تعمیر میں کسی قسم کا حصہ نہیں لینا چاہتے بلکہ امید رکھتے ہیں کہ بنی بنائی عمارت تیار ہو جائے، اس کے لیے وہ امیدیں لیے ہوئے اور مایوسی کی بیزاری لیے تیار عمارت ڈھونڈتے ہوئے تشریف لاتے ہیں۔ ان کے نزدیک عمارت بنانا تنہا میرا کام ہے اور ان کا کام صرف تکمیل شدہ عمارت کو دیکھنا۔ کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے حدود کو نہیں سمجھتے اور اپنے دماغ کو وہ کچھ سوچنے بلکہ فیصلہ کر ڈالنے کی تکلیف دیتے ہیں جس کے سمجھنے کی بھی صلاحیت ان میں نہیں ہے۔ ان غریبوں کو بالکل اندازہ نہیں کہ ایک عالمگیر احاطہ رکھنے والے اور گہری بنیادوں پر جمے ہوئے نظام زندگی کے خلاف کسی دوسرے نظام زندگی کو غالب کرنے کے لیے اگر جدوجہد کرنی ہو تو اس کے لیے کن کن تیاریوں کی ضرورت ہے، کن کن چیزوں پر کس تدریج سے ضرب لگانی چاہیے، کن کن پہلوؤں میں نئی تعمیر کی بنیاد رکھنی چاہیے، اور کن کن مراحل سے اپنی تحریک کو کس طرح سنبھالتے ہوئے لے چلنا چاہیے کہ جہاں تک انسانی تدبیر کا تعلق ہے اس کے ناکام ہونے کا کم سے کم خطرہ ہو۔ ان امور کو نہ وہ خود سمجھتے ہیں نہ سمجھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں مگر جو شخص ان پر غور و فکر سے ایک ایک کام کی بنا رکھتا اور ایک ایک پیش قدمی کے لیے نشانات ڈال رہا ہوتا ہے اُس کے کام پر نہایت طفلانہ انداز میں بیٹھ کر تنقید شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور قسم کے مریض وہ ہیں جو میرے نزدیک سب سے بدتر قسم کے مریض ہیں۔ وہ نظام جماعت اور اخلاقی ذمہ داری کے خلاف بدترین حرکات کرنے کے بعد چاہتے ہیں کہ امیر جماعت اُن پر سرزنش نہ کرے، جو جماعت کے بیت المال سے معاوضہ لیتے ہیں اور پھر اس معاوضہ کا حق ادا نہیں کرتے، جو اپنے معاشی حوصلوں کی تسکین کے لیے بے تاب ہوتے ہیں اور جب وہ حاصل نہیں ہوتی تو ہر طرف بے اطمینانی کے جراثیم پھیلانے شروع کر دیتے ہیں۔

یہ سب وہ تخریبی عناصر ہیں جن کی آمیزش سے کوئی تعمیر ممکن نہیں ہے۔ میری جگہ کوئی دوسرا بندۂ خدا بھی اگر اس کام کو کرنے اُٹھے گا تو اس کے لیے یہ اسی قدر مصیبت بنیں گے جس قدر میرے لیے ثابت ہوئے ہیں۔ اس لیے میں صاف کہتا ہوں کہ اگر جماعت اسلامی کو درحقیقت اپنے نصب العین کے لیے کچھ کرنا ہے تو اُسے اپنے آپ کو ایسے تمام فاسد جراثیم سے پاک کرنا چاہیے۔